شہادت امام علی رضا علیہ السلام

مولانا علی حیدر غازی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سلسلۂ امامت کی آٹھویں کڑی اور عصمت وطہارت کی دسویں فرد ہیں۔ آپ بھی اپنے آباواجداد کی طرح ،سخی، جری ،کریم ،شریف، نجیب، پاک دامن ،مخلوق خدا کے مونس ویاور، ہمدرد، اور ہمدم تھے، وہ یگانۂ روزگار، نابغۂ عصر، شجاع، بہادر، دلیر، عالم، فاضل، متقی پرہیزگار،انصاف پسند، انصاف ور ،حق گو،حق پسند،حق بین،حق آگاہ ، عادل ، نڈر، باطل سے کترا کے چلنے والے،مظلوموں کے حامی ، کمزوروں کے مسیحا، مستضعفین کے ملجاوماویٰ ،وہ عابد شب زندہ دار، زاہد اور خدا پرست انسان تھے۔

وہ اللہ کے سوا کبھی کسی سے نہ ڈرے، نہ دبے۔ وہ آزاد پیدا ہوئے اور ہر انسان کو آزاد ہی دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ وہ مومنین کے دل کا سکون مخلوق خدا کی ہدایت کا سروسامان تھے۔ وہ جئو، اور جینے دو کے اصول کے کبھی مخالف نہ تھے۔ وہ وحدت کے پجاری اور ایکتائی کے علمبردار تھے۔

ایسے اعلیٰ صفات کا حامل انسان کبھی کسی بادشاہ کی دھونس میں نہ آیا ہے اور نہ آئے گا ہاں وہ ظالم کے ظلم وستم کا تختۂ مشق تو بن سکتا ہے مگر ظالم کے آگے سرِتسلیم خم کرلے اورمظلوموں کی حمایت اورحق کے راستے کو چھوڑ دے یہ اس سے ہرگز نہیں ہوسکتا، چنانچہ امام علی رضا علیہ السلام ایسے ہی اعلیٰ اور ارفع اقدار کے حامل انسان تھے، وہ شیعوں کے آٹھویں امام ومقتدا،اوردیگر مسلمانوں کے لئے ایک قابل فخر علمی، ادبی اور مذہبی شخصیت تھے، انہیں علوم گذشتہ اورعلوم حاضرہ پر بڑی دسترس حاصل تھی۔ اس زمانے میں کوئی ان سے زیادہ عالم، فاضل اور لائق نہ تھا، وہ قرائن ودلائل کی روشنی میں مستقبل کی پیشنگوئی بھی فرماتے تھے جو حرف بحرف درست اور صحیح ثابت ہوتی تھی۔ وہ اخلاص ومحبت اور تواضع وفروتنی کے پیکر تھے، چنانچہ ایسے باکمال انسان سے کوئی بادشاہ زادہ سبقت کیسے لے جاسکتا تھا اور یہی امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا کہ بادشاہ وقت کسی بھی میدان کو سر نہ کرسکا اور ہر وقت ان کے سامنے عاجز ، بے بس اور مجبور رہا۔

اس نے اپنی کرسی اقتدارکو بچانے کے لئے ہزار تدبیریں سوچیں جو یکسر فیل ہوکر رہ گئیں

وزراء سر جوڑ کر بیٹھے، حکومت کے دماغوں نے شازشیں رچیں مگر جتنی چالیں ان کے خلاف چلیں وہ سب چالیں چلنے والوں ہی کے خلاف ثابت ہوئیں بلکہ یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام کیا۔

نہ ولی عہدی کی چال کارگر ہوسکی، نہ رشتۂ قرابتداری کام آسکا۔ پھر وہی ہوا جو آباواجداد کرتے چلے آرہے تھے۔ آخر کار زہر دیکر آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا گیا اور ۱۷ رصفر یا ۲۹ رصفر المظفر کو آپ درجۂ شہادت پر فائز ہوگئے۔ انّاللّٰہ وانّا الیہ راجعون

آپ کو قتل کرنے والا بادشاہ بعض مسلمانوں کے نزدیک بہت اچھی سوج بوجھ، جودت فکر، تدبر اور حکمت رکھنے والا خلیفہ گذرا ہے، اور وہ اسے امام علی رضاؑ کا قاتل بھی تسلیم نہیں کرتے جبکہ علماء امامیہ بالاجماع اور اہل سنت والجماعت کے اکثر وبیشتر علماء تاریخ اسی بادشاہ مامون الرشید کو جو ہارون کا بیٹا تھا امام علی رضا علیہ السلام کا قاتل جانتے ہیں اور ان سب نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر بھی کیا ہے چنانچہ تاریخ ائمہ کے مصنف جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے'' مولوی امیر علی اور ابن خلدون، خلیفہ مامون عباسی کو حضرت امام علی رضاؑ کا قاتل نہیں مانتے جبکہ اہل سنت کے بڑے بڑے مورخین نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں نقل کیا'' اور قاتل امام، مامون رشید ہی کو ثابت کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں'' کامل'' ابن اثیر، جلد۶، ص۱۔'' مروج الذہب'' مسعودی، جلد ۹، ص۳۳، ''کتاب الفخری'' ص ۱۱۹۔'' نور الابصار'' ص ۱۴۴۔'' مطالب السؤل'' ص ۲۸۸۔'' حبیب السیر'' جلد۲، ص۵۱، '' روضۃ الصّف'' جلد ۳، ص۱۶'' شواہد النبوہ'' ص۲۰۲'' تاریخ آل محمدؐ'' ص ۶۴ وغیرہ۔

مامون نے بظاہر ماتم بھی کیا سوگ بھی منایا، اور اعزاز کے ساتھ انہیں دفن بھی کیا، مقبرہ بھی بنوایا اور امام کی شہادت کا سارا واقعہ بھی بغداد کو لکھ بھیجا جس سے وہاں کی بغاوت ختم ہوگئی اور پورے شہر بغداد میں امن وامام قائم ہوگیا۔

'' مجموعۂ زندگانی چہاردہ معصومینؑ'' کے مصنف جناب عمادزادہ نے بھی یوں تحریر فرمایا ہے کہ ابن جوزی کی تحریر مطابق امام علیہ السلام حمام سے جیسے ہی باہر تشریف لائے آپ کے سامنے زہر آلود انگور پیش کئے گئے آپ نے ان میں سے چند انگور کے دانے نوش فرمالئے جن سے آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ زہر آلود دھاگے اور سوئی کے ذریعہ انگوروں کو مسموم

کیا گیا تھا[۲]

مشہور ومعروف مصنف علاّمۂ شہرآشوب اپنی کتاب میں واقعۂ شہادت کو یوں بیان فرماتے ہیں'' روضۃ الواعظین'' میں ابوالصلت سے مروی ہے کہ جب میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امامؑ نے فرمایا اے اباالصلت ذرا تم اس قبے کے چاروں کونوں کی مٹی تو لاؤ! حسب حکم میں نے مٹی لاکر پیش کردی آپ نے اس کو سونگھا اور پھینک دیا اور فرمایا کہ اے اباالصلت عنقریب یہاں پر میری قبر کھودی جائے گی اس کے بعد آپ نے چند وصیتیں فرمائیں اور محراب عبادت میں جاکر عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ خلیفہ مامون کا قاصد آگیا اور اس نے کہا حضرت آپ کو بادشاہ نے یاد کیا ہے۔آپ جب مامون کے یہاں تشریف لے گئے تو اس نے آپ کا انتہائی گرم جوشی سے استقبال اور خیر مقدم کیا اپنے پہلو میں جگہ دی اور انگوروں کا ایک خوشہ اٹھا کر آپ کے سامنے رکھا، چند دانے خود نوش کئے اور پھر امامؑ سے بھی انہیں تناول کرنے کی فرمائش کی حضرت امام علیہ السلام نے انکار کیا تو مامون نے کہا کہ آخر آپ کو کونسی چیز ہے جو انہیں کھانے سے روکتی ہے؟ یہ تو نہایت عمدہ، اور اچھے انگور ہیں کیا آپ کو میری طرف سے کوئی بدگمانی ہوگئی ہے؟ حضرت امام رضا علیہ السلام نے بس تین دانے نوش فرمائے اور باقی کو وہیں چھوڑ دیا اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے جس پر بادشاہ نے کہا کہ آپ کہاں چلے؟ تو آپ نے فرمایا: جہاں تم نے بھیجا ہے[۳]

علاّمہ نجم الحسن کراروی شہادت امام علی رضاعلیہ السلام کے بارے میں عبدالرحمٰن جامی ابوالصلت ہروی کا بیان تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا اے اباالصلت تم ہارون کے پائنتی کی مٹی تولاؤ! میں نے حاضر کردی۔جس کو آپ نے سونگھا اور زمین پر پھینک دیا پھر فرمایا بہت جلد یہاں پر ہماری قبر کھودی جائے گی مگر ایک بہت بڑا پتھر اس میں نکل آئیگا جو نہ کٹ سکے گا اور نہ ہی کسی سے اکھڑ سکے گا پھر آپ نے ہارون رشید کے سرہانے کی مٹی طلب فرمائی سونگھی اور فرمایا اے ابوالصلت یاد رکھنا کہ کل مجھے مامون بلائے گا اور جب میں جانے لگوں تو تم یہ دیکھ لینا کہ میرے سر پر کوئی کپڑا تو نہیں ہے اگر ہو تو پھر مجھ سے کسی قسم کی کوئی بات نہ کرنا لیکن مامون کے پاس جاتے ہوئے میرے سر پر کسی قسم کا کپڑا نہ ہو تو تم مجھ سے کلام کرسکتے ہو، صبح کو امامؑ مامون کے قاصد کا انتظار فرمانے لگے تھوڑی دیر میں قاصد آگیا اور امامؑ اس کے ہمراہ تشریف لے گئے

اور جب آپ بیت الشرف سے بر آمد ہوئے تو آپ کے سر پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا ابا الصلت کا بیان ہے کہ میں حسب حکم خاموش رہا اور کچھ نہ کہا ، جب امام مامون کے پاس پہونچے تو اس کے سامنے اعلیٰ قسم کے انگوروں کا ایک طبق ، بھرا رکھا تھا اس نے امام کی آمد پر آپ کی بے حد تعظیم وتکریم کی اور کہا یا بن رسول اللہ آپ نے اس سے بہتر انگور کبھی نہ دیکھے ہوں گے اس پر آپ نے فوراً تر کی بہ تر کی ارشاد فرمایا: بہشت کے انگور ان سے کہیں زیادہ بہتر ہیں پھر مامون نے خوشۂ انگور اٹھایا اور آپ کو کھانے کے لئے کہا لیجئے تناول فرمائیے ! امام نے کھانے سے یک لخت انکار کردیا۔ اس نے اصرار کیا اور کہا آپ ہم پر تہمت لگاتے ہیں؟ تب امامؑ نے ان میں سے صرف تین دانے نوش فرمالئے جن سے آپ کے جوہر وجود میں انقلاب برپا ہوگیا اور آپ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اس نے دریافت کیا کہ کہاں چلے آپ نے فرمایا: جہاں تم نے بھیجا ہے وہیں جارہے ہیں۔[۴]

نیز ''سوگنامہ آل محمدؐ'' کے مؤلف حجۃ الاسلام والمسلمین جناب آقای آقا محمد مہدی اشتہاردی، شہادت حضرت امام رضا علیہ السلام کے سلسلہ میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

عبد اللہ بن بشیر کہتا ہے کہ مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں ہاتھوں کے ناخن بڑھالوں، اور اس کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے دوں کہ میں نے یہ ناخن کس کے حکم سے اور کیوں بڑھا رکھے ہیں یہاں تک کہ تمام افراد کے لئے یہ بات کوئی نئی بات نہ رہ جائے چنانچہ جب کافی دن بیت گئے تو ایک روز اچانک مامون نے مجھے طلب کرلیا اور مجھے ایک تمر ہندی املی جیسی کوئی چیز دی اور کہا اس کو خوب اپنے ہاتھوں سے مَسَل۔ میں نے اطاعت کی چنانچہ وہ چیز میرے ہاتھوں اور ناخن میں خوب پیوست ہوگئی۔ اسی عالم میں مجھے مامون اپنی اسی جگہ چھوڑ کر حضرت کی عیادت کرنے چلا گیا اور وہاں جاکر معلوم کرتا ہے کہ کیا آج یہاں پر کوئی غلام نہیں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں ابھی تک تو کوئی غلام نہیں آیا ہے۔ مامون نے فوراً غلاموں کو ڈانٹا اور مجھے بلاتے ہوئے انار لانے کا حکم دیا جب میں نے انار لاکر پیش کردئے تو مجھے انہیں ہاتھوں سے انار نچوڑنے کا حکم دے دیا، میں نے انار نچوڑے اور بادشاہ نے اپنے ہاتھوں سے وہ رس امام رضا علیہ السلام کو پلا دیا۔ انار کا رس پیتے ہی امامؑ پر زہر کا اثر شروع ہوگیا اور آپ نے دو دن بڑی تکلیف اور نہایت بے چینی میں گذارے اور پھر شہید ہوگئے۔

ابا الصلت ہروی جو حضرت امام علیہ السلام کے خاص صحابیوں میں سے ایک تھے کہتے ہیں کہ جیسے ہی مامون حضرت کے پاس سے گیا میں امامؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو امامؑ نے مجھے

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا'' یااباالصلت قد فعلوھا '' اے ابا الصلت انہیں جو کرنا تھا کر گذرے، امام کی زبان پر ذکرِ خدا حمد باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت کا اقرار تھا۔۵

مندرجہ بالا جملہ عبارتوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علی رضا علیہ السلام کی شہادت کیوں واقع ہوئی۔ اور قاتل کون تھا۔ عبد اللہ مامون عباسی تمام بادشاہوں میں نہایت تیز، چالاک اور فطین انسان تھا جس نے حکومت وامارت کی گیند کو خوب اچھالا، گھمایا، پھرایا اور ہوس اقتدار میں اس نے اپنے داماد امام علی رضا علیہ السلام تک کے خون ناحق کو بہانے سے دریغ نہیں کیا۔ جس پر تمام کتب تواریخ گواہ ہیں۔ اکّادکّا افراد کے انکار کردینے سے نہ تاریخ مٹتی ہے اور نہ بدلتی ہے بلکہ متعصب تاریخ نویسوں کا چہرہ مزید سامنے آجاتا ہے اور پھر ہر منصف مزاج دیانتدار ایماندار انسان اصلیت تک پہونچ جاتا ہے جہاں اس کیلئے حق وباطل بالکل صاف ہوجاتا ہے اور وہ مطمئن ہوجاتا ہے چنانچہ امام رضاؑ کا قاتل لاریب ولاشک مامون رشید ہے جس نے انگوروں میں زہر ملاکر آپ کو شہید کردیا، اللہ مظلوم پر رحمت، ظالم پر اپنی پھٹکار اور لعنت برساتا رہے آمین ثم آمین۔

حوالے:

۱۔تاریخ ائمہ، ص ۴۸۰ مطبع اصلاح کجھوا، ۱۳۵۶ھ

۲۔مجموعۂ زندگانی چہاردہ معصومین علیہم السلام، ج ۱، ص ۱۱۰۹، ایڈیشن ۵، مطبع: مکتب قرآن خیابان جمہوری پاساز صفوی، ایران۔ ابو الفدا، ج ۲۔

تاریخ طبری دروقائع سال ۲۰۳۔ تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۹۸۔ مطالب السؤل، محمد بن طلحہ شافعی، ص ۸۵، بحوالہ مجموعہ زندگانی چہاردہ معصومین۔

۳۔مناقبِ آل ابی طالب، علّامہ شہر آشوب، ص ۲۹۷۔ سن طباعت ۱۴۲۲ھ، ناشر: کل ہند ادارہ عالیہ تبلیغ واشاعۃ لکھنؤ ۳۔

۴۔ چودہ ستارے، ص ۴۶۲ طبع نظامی پریس، لکھنؤ ۳۔

۵۔ترجمۂ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ، جلد ۲، ص ۲۶۱۔ اخبار عیون الرضا میں بھی کچھ ایسا ہی بیان ذرا سی کمی بیشی کے ساتھ مرقوم ہے بحوالہ سوگنامہ آلِ محمد، ص ۱۱۹۔

تبصرہ:

نام کتاب : مشاہیر مدفون درحرم رضوی

تالیف زیر اہتمام : آقای غلام رضا جلالی

ناشر : پژوہشہا ی آستان رضوی مشہد

مبصر : ڈاکٹر شہوار حسین نقوی

باسمہ تعالیٰ

روئے زمین پر سب سے پہلے سپردخاک ہونے والا جنازہ جناب ہابیل علیہ السلام کا تھا، جنہیں ان ہی کے حاسد بھائی قابیل نے قتل کیا۔قتل کرنے کے بعد قابیل اس فکر میں تھا کہ اس لاش کا کیا کرے تو خداوند عالم نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کرید نے لگا تا کہ قابیل سمجھ جائے اور اس طرح ہابیل کے جنازے کو خاک میں چھپادے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے سورہ مائدہ، آیت ۳۱ میں ارشاد ہورہا ہے۔

" فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَبۡحَثُ فِى الۡأَرۡضِ لِيُرِيَهٗ كَيۡفَ يُوَارِى سَوۡاَةَ اَخِيۡهِ قَالَ يَاوَيۡلَتَا اَعَجَزۡتُ اَنۡ اَكُونَ مِثۡلَ هٰذَا الۡغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوۡاَةَ اَخِى فَاَصۡبَحَ مِنَ النّٰدِمِينَ "

پس خدا نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کو کرید نے لگا تا کہ اس (قابیل) کو دکھائے کہ اسے اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپانی چاہیے وہ کہنے لگا ہائے افسوس کیا میں اس سے بھی عاجز ہوں کہ اس کوّے کی برابری کرسکوں کہ اپنے بھائی کی لاش چھپادیتا الغرض وہ بہت نادم ہوا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوجاتا ہے کہ انسان کو زمین میں دفن کرنے کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے جاری ہے اور اس کے بعد بھی میت کو دفن کرنے اور اس کی یاد منانے اور قبر کا احترام کرنے اور اس جگہ کو محترم سمجھنے کا سلسلہ جاری رہے۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ قبروں پر الواح نصب ہونے لگیں تا کہ نشان قبر محفوظ رہے۔ زمانے نے اور ارتقائی مراحل طے کئے۔قبروں کی چہاردیواری اوران پر قبے تعمیر ہونے لگے تا کہ متوفی کی عظمت ومنزلت آشکارا ہوسکے۔ یہ طورطریقہ غیر اسلامی معاشرہ میں بھی رائج رہا وہ بھی اپنے قبرستان کا احترام کرتے رہے۔تزئین کاری کے علاوہ اتوار کے روز قبرستان جاکر اپنے مردوں کو یاد کرنے لگے۔ مذہب اسلام میں بھی مومن کی قبر کے

احترام کا حکم دیا گیا ہے یہی سبب ہے کہ شریعت نے جانکنی کے وقت سے تدفین کے مرحلہ تک غسل، کفن، تشیع جنازہ ، نماز میت، تدفین کے سلسلے میں بڑی تعداد میں احکام اور مسائل بیان کئے ہیں۔ جن کا مفصلاً ذکر فقہی کتابوں میں موجود ہے۔عظیم محدث شیخ حر عاملی علیہ الرحمہ نے'' وسائل الشیعہ'' جلد دوم میں احکام میت سے متعلق احادیث نقل فرمائی ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ ۴۹ رابواب احتضار سے متعلق ،۳۴ ابواب غسل میت سے متعلق ، ۳۶ تکفین سے متعلق، ۴۰ نماز میت سے متعلق،۹۱ تدفین سے متعلق اور ۷ ابواب غسل مس میت سے متعلق ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں مرنے کے بعد بھی مومن کی حرمت وعظمت برقرار رہتی ہے اور اس کے امور کو انجام دینا موجب ثواب و رضائے پرورد گار ہوتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیتؑ مومنین اور شہداء کی قبروں کی زیارت کے لیے جاتے تھے اور حضرت رسول اکرمؐ نے مومنین وصالحین کی زیارت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

" زوروالقبور فانّھا تذکرکم الاخرة " یعنی قبروں کی زیارت کرو کیونکہ ان کی زیارت سے تمہیں آخرت کی یاد آئے گی۔ [۱]

خود آنحضرت اپنی مادرگرامی حضرت آمنہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔

" زار النّبی قبر امه فبکی و ابکی من حوله"

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدۂ گرامی کی قبر کی زیارت کی اور قبر پر خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا جو آپ کے ساتھ تھے۔ [۲]

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کا حکم فرمایا تھا۔

"انّ رسول اللّٰہ رخص فی زیارة القبور" آنحضرت نے اللہ سے قبروں کی زیارت کی اجازت لی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" فامرنی ربی اتی البقیع فاستغفر لهم قلت کیف اقول یا رسول اللّٰہ قال قولی السّلام علی اهل الدیار من الومنین والمسلمین یرحم اللّٰہ المستقدمین منّا والمستا خرین

وانّا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون۔"

آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے حکم دیا کہ بقیع جاؤں اور وہاں دفن افراد کے لئے طلب مغفرت کروں۔ چنانچہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا مجھے وہاں جا کر کیا کہنا چاہئے تو حضور نے فرمایا کہو اس دیار کے مومنوں اور مسلمانوں پر سلام ہو۔ خداوند عالم ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے ہم بھی جلد ہی انشاء اللہ تم سے آملیں گے۔ [۳]

بعض احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو زیارت قبور کا طریقہ تعلیم فرمایا اور حضرت عائشہ رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد بھی اکثر زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں۔

ترمذی کا بیان ہے کہ جناب عائشہ کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کا جب حبشہ میں انتقال ہوگیا تو ان کا جنازہ مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہیں انہیں سپرد خاک کیا گیا چنانچہ جب حضرت عائشہ مدینے سے مکہ مکرمہ تشریف لائیں تو وہاں وہ اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لئے گئیں اور اپنے بھائی کے غم میں ان کی قبر پر دو شعر پڑھنے کے بعد دعا بھی کی۔ [۴]

مذکورہ روایات سے ثابت ہے کہ مومنین اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے پس قبرستان میں داخل ہو تو بلند آواز سے اہل قبور کو سلام کرو اور انہیں یاد کرو۔ اس کے علاوہ قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کرنا بالخصوص سورہ الحمد، سورۂ توحید، سورۂ یٰسین، سورۂ رحمٰن کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ خاصان خدا کی جائے دفن کا ہمیشہ احترام کیا گیا اور اس کے تقدس کا خیال رکھا گیا اور بہت سے مزار مسجد میں تبدیل بھی کیے گئے۔ مقام اصحاب کہف کے تقدس کے سلسلے میں قرآن مجید نے اس کا مسئلہ اس طرح پیش کیا۔

وکذالک اعشرنا علیھم لیعلموا ان وعداللّٰہ حقّ و انّ السّاعۃ لاریب فیھا اذ یتناعون بینھم امرھم فقالوا ابنوا علیھم بنیانا ربّھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذنّ علیھم مسجداً۔

اور ہم نے یوں (اصحاب کہف) کی قوم کے لوگوں کو ان کی حالت پر اطلاع کرائی تا کہ وہ لوگ دیکھ لیں کہ خدا کا وعدہ یقیناً حق ہے اور یہ (بھی سمجھ لیں) کہ قیامت کے آنے میں کچھ بھی شبہ

نہیں اب اطلاع ہونے کے بعد ان کے بارے میں لوگ آپس میں جھگڑنے لگے تو کچھ لوگوں نے کہا ان کی (قبر) پر کوئی عمارت بنادو ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب واقف ہے اور ان کے بارے میں (مومنین) کی رائے غالب رہی۔ انہوں نے کہا ہم تو ان (کے غار) پر مسجد بنائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ مومنین نے اصحاب کہف کی قبر کی حرمت برقرار رکھنے اور ان کی یادگار باقی رکھنے کے لئے اس مقام پر مسجد تعمیر کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ پوری تاریخ میں مسلمانوں کا یہی طرز عمل رہا چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت کے جسم اطہر کو آپ کے حجرہ میں دفن کیا جو مسجد نبوی سے ملحق تھا جو اب توسیع مسجد کے سبب وسط مسجد میں آگیا ہے۔ اور سب لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں۔

مزاروں کی عظمت اور قبروں کی اہمیت کے سبب جید علماء نے ''مزار شناسی'' کے عنوان کے تحت ارزشمند کتابیں تالیف کیں جن میں ''تذکرہ ہزار مزار عیسیٰ بن جنید شیرازی''۔ ''مقصد الاقبال سلطانیہ سید اصل الدین عبد اللہ'' ''ریاض الارواح''، ''روضۃ الاطہار''، ''مزارات تبریز''، ''مزارات کرمان'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

خاصان خدا، مومنین وصالحین کے نزد دفن ہونا عین اسلامی ثقافت ہے یہی سبب ہے کہ انبیاء علیہم السلام وائمہ علیہم السلام کے پہلو میں بڑی تعداد میں مومنین آسودہ لحد ہوئے جس کے گواہ مکہ، مدینہ، نجف، کربلا اور مشہد کے وسیع وعریض قبرستان ہیں۔ فقہاء نے جنازے کو ان مقدس مقامات کی طرف منتقل کرنے کی بھی اجازت دی ہے جیسا کہ شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے ''مصباح'' و''نہایہ'' میں شہید اوّل نے ''ذکریٰ'' میں مفصلا اس کا ذکر کیا ہے۔ شہر مشہد مقدس جو عہد قدیم سے اپنی علمی، ثقافتی وتاریخی حیثیت کی بنیاد پر ممتاز شہر رہا ہے۔ اس شہر میں ثامن الائمہ حضرت علی بن موسیٰ علیہ السلام آرام فرمارہے ہیں جس کی بناپر شہر مقدس قرار پایا اور بڑی تعداد میں مومنین اس سرزمین پر سپرد خاک ہوئے جن کی قبریں رواق حرم، صحن حرم، بہشت ثامن الائمہ اور شہر کے دیگر قبرستان جیسے قبرستان سراب، نوغان، قتل گاہ قبر میر، گل شہر، خواجہ ربیع، بہشت رضا میں موجود ہیں۔

روضہ امام رضا علیہ السلام کے صحن میں بڑی تعداد میں علماء وفقہاء آسودہ لحد ہوئے۔ جنہوں نے یادگار علمی وتحقیقی خدمات انجام دیں۔ میرے پیش نظر جو کتاب ہے اس کا نام ''مشاہیر مدفون در حرم رضوی'' کی پہلی جلد ہے جو علماء دین سے مخصوص ہے یعنی وہ علماء کرام جو حضرت امام رضا علیہ

السلام کے حرم مقدس میں مدفون ہیں۔ پژوہشہای اسلامی آستان مقدس رضوی نے دیگر فرہنگی و اسلامی اداروں کے تعاون سے یہ منصوبہ بنایا کہ ایک ایسا مجموعہ منظر عالم پر آنا چاہئے۔ جس میں ان حضرات کا ذکر مختصر سوانح کے ساتھ کیا جائے جو حرم امام رضا علیہ السلام میں آرام کررہے ہیں چنانچہ اس اہم کام کے لئے علماء کا بورڈ قائم کیا گیا جس نے اس اعلیٰ خدمت کو انجام دیا۔ پہلی جلد میں علماء کرام کا ذکر مختصر حالات زندگی کے ساتھ مندرج ہے اس کی پہلی اشاعت ۱۳۸۲ھ میں بنیاد پژوہشہای اسلامی آستان قدس رضوی کی جانب سے ہوئی۔یہ کتاب جناب آقای غلام رضا جلالی کے زیر نظر مرتب کی گئی جس میں مندرجہ ذیل ارباب کا قلمی تعاون رہا۔

جناب آقای زنگنہ

جناب آقای اسماعیل رضای

جناب آقای محمد جواد ہوشیار

جناب آقای رسول سعیدی زادہ

جناب آقای سید حسن حسینی

جناب آقای مجتبیٰ الٰہی خراسانی

جناب آقای علی اکبر الٰہی خراسانی کا ''درآمد'' کے عنوان سے پیش لفظ ہے۔ پہلی جلد ۵۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری اشاعت ۱۳۸۶ھ میں ہوئی اس جلد میں ۴۵۶ قدیم وجید علماء کا ذکر ہے۔آخری کتاب میں منابع وماخذ کا بھی ذکر موجود ہے۔ کتاب صوری ومعنوی دونوں اعتبار سے ارزشمند ہے۔ تصویروں کی شمولیت سے کتاب نے دستاویزی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ علمائے تذکرہ میں یہ کتاب گرانقدر اضافہ ہے۔ امید ہے کہ ارباب علم وتحقیق اس سے استفادہ کرکے اسلاف کی علمی خدمات سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

❁❁❁